اے ایمان والو خدا اور رسول کی دعوت کو قبول کرو جب وہ تمہیں ایسے کام کے لیے بلائے جو تمہیں
زندہ کرنے والا ہو۔ (الانفال: ۲۴)

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ زندگی مومن کا کوئی ایسا مقام ہے جو اسے ایمان لانے کے بعد خدا اور رسول کی اطاعت سے حاصل ہوتا ہے۔ اسی مقام کو اقبال خودی کی زندگی یا بیداری یا خودی کا انقلاب کہتا ہے اور خدا پر سچے اور کامل ایمان کا مقام بھی یہی ہے۔ اُوپر کی آیت کے مطابق زندگی کے اس مقام کو پانے کی دعوت قبول کرنا اور اس کے نتیجہ کے طور پر خدا پر سچا اور کامل ایمان لانا قبولیتِ دعا کی شرط ہے۔ اقبال کے نزدیک ایسا ایمانِ کامل مومن کو خودی کے درجۂ کمال پر حاصل ہوتا ہے۔ یہ کہنا کہ خودی کے اس درجۂ کمال پر مومن مستجاب الدعوات ہو جاتا ہے یا یہ کہنا کہ وہ خدا کی تقدیر بن جاتا ہے، دونوں باتوں میں معناً کوئی فرق نہیں۔ آیت میں یہ نہیں فرمایا گیا کہ خدا تمہاری کوئی دعا قبول کریگا اور کوئی نہیں کرے گا، بلکہ اس بات کا قطعی وعدہ ہے کہ جب بھی تم دعا مانگو گے قبول کی جائے گی لیکن اس کے لیے ایمانِ کامل کی شرط کا پورا کرنا ضروری ہے۔ گویا اگر ہماری کوئی دعا کسی وقت قبول نہیں ہوتی تو اس کی وجہ یہ ہوگی کہ ہم نے خدا کی دعوتِ زندگی کو پوری طرح سے قبول نہیں کیا اور ہم خودی کی زندگی کے مقام یا ایمانِ کامل کے مقام پر نہیں پہنچے۔ مومن خدا کی تقدیر ان معنوں میں بھی ہے کہ جب وہ دنیا کو خدا کی مرضی کے مطابق بدلنا چاہتا ہے تو خدا اس کی مدد کرتا ہے اور یہ درحقیقت اس کی مرضی کے مطابق بدل جاتی ہے۔ اس طرح سے مومن خدا کے عمل کا ذریعہ اور اس کی تقدیر کا آلۂ کار بنتا ہے۔ قرآن میں ہے کہ اگر تم خدا کی مدد کرو گے تو خدا تمہاری مدد کرے گا ——————
(اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ) حدیث میں ہے کہ جب مومن کثرتِ عبادات و نوافل سے خدا کا قرب حاصل کر لیتا ہے تو خدا اس کا ہاتھ بن جاتا ہے جس سے وہ پکڑتا ہے، اور پاؤں بن جاتا ہے جس سے وہ چلتا ہے، اور کان بن جاتا ہے جس سے وہ سنتا ہے، اور آنکھ بن جاتا ہے جس سے وہ دیکھتا ہے۔ حضورؐ نے جب اُحد کی جنگ میں مٹھی بھر کر ریت پھینکی تو وہ دشمنوں کی آنکھوں میں پڑ کر ان کی شکست کا باعث بنی۔ اس پر خدا نے فرمایا کہ جب آپ نے ریت پھینکی تھی تو آپ نے نہیں پھینکی تھی بلکہ اللہ نے پھینکی تھی۔ (مَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى)

(جاری ہے)

سورۃ البقرۃ (۲۳)

آیت : ۳۳

ملاحظہ: کتاب میں حوالہ کے لیے قطعہ بندی (پیراگرافنگ) میں بنیادی طور پر تین ارقام (نمبر) اختیار کیے گئے ہیں سب سے پہلا (دائیں طرف والا) ہندسہ سورۃ کا نمبر شمار ظاہر کرتا ہے اس سے اگلا (درمیانی) ہندسہ اس سورۃ کا قطعہ نمبر (جو زیرِ مطالعہ ہے اور جو کم از کم ایک آیت پر مشتمل ہوتا ہے) ظاہر کرتا ہے۔ اس کے بعد والا (تیسرا) ہندسہ کتاب کے مباحثِ اربعہ (اللغۃ، الاعراب، الرسم اور الضبط) میں سے زیرِ مطالعہ مبحث کو ظاہر کرتا ہے یعنی علی الترتیب اللغۃ کے لیے ۱، الاعراب کے لیے ۲، الرسم کے لیے ۳، اور الضبط کے لیے ۴ کا ہندسہ لکھا گیا ہے بحث اللغۃ میں چونکہ متعدد کلمات زیرِ بحث آتے ہیں اس لیے یہاں حوالہ کی مزید آسانی کے لیے نمبر ا کے بعد قوسین (بریکیٹ) میں متعلقہ کلمہ کا ترتیبی نمبر بھی دیا جاتا ہے مثلاً ۲ : ۵ : ۱ (۳) کا مطلب ہے سورۃ البقرہ کے پانچویں قطعہ میں بحث اللغۃ کا تیسرا لفظ اور ۲ : ۵ : ۳ کا مطلب ہے سورۃ البقرہ کے پانچویں قطعہ میں بحث الرسم۔ وھکذا۔

۲ : ۲۳ قَالَ يٰۤاٰدَمُ اَنْۢبِئْهُمْ بِاَسْمَآئِهِمْ
فَلَمَّآ اَنْۢبَاَهُمْ بِاَسْمَآئِهِمْ ۙ قَالَ اَلَمْ
اَقُلْ لَّكُمْ اِنِّيْٓ اَعْلَمُ غَيْبَ السَّمٰوٰتِ وَ
الْاَرْضِ ۙ وَ اَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَمَا كُنْتُمْ
تَكْتُمُوْنَ ۝ ۳۳

۲:۲۳:۱ اللغـة

[قال] کا مادہ " ق و ل " اور وزنِ اصلی " فَعَلَ " ہے۔ اس مادہ سے فعل مجرد (قال یقول = کہنا) کے باب، معنی اور استعمال پر تفصیلی بحث البقرہ : ۸ یعنی ۲:۷:۱(۴) میں اور خود اسی لفظ (قال) کی اصلی شکل اور تعلیل وغیرہ کی وضاحت ابھی اوپر البقرہ : ۳۰ یعنی ۲:۲۱:۱(۱) میں ہو چکی ہے۔

[یٰاٰدَمُ] جس کی عام املاء " یاآدَمُ " ہے (رسمِ عثمانی پر الگ بات ہوگی) اس میں " یا " تو حرفِ نداء ہے جس کا اردو ترجمہ " اے " سے کیا جاتا ہے۔ لفظ " آدم " کے مادہ، وزن اور اشتقاق لغوی وغیرہ پر البقرہ : ۳۱ یعنی ۲:۲۲:۱(۲) میں بات ہو چکی ہے۔

۲:۲۳:۱(۱) [اَنْبِئْهُمْ] میں آخری ضمیر منصوب " هُم " کا ترجمہ یہاں " ان کو " ہوگا۔ اور اس سے پہلے فعل " اَنْبِئْ " کا مادہ " ن ب أ " اور وزن " اَفْعِلْ " ہے یعنی یہ اس مادہ (ن ب أ) سے بابِ افعال کا فعل امر (صیغہ واحد مذکر حاضر) ہے۔ اس مادہ سے فعل مجرد کے باب اور معنی وغیرہ کے علاوہ اس سے بابِ اِفعال کے فعل (اَنْبَأَ..... یُنْبِئُ اِنْبَاءً = خبر دینا) کے معنی اور اس کے ساتھ صلہ وغیرہ کے استعمال کی بھی ضروری وضاحت البقرہ : ۳۱ یعنی ۲:۲۲:۱(۵) میں گزر چکی ہے۔ اس باب سے فعل امر کی گردان " اَنْبِئْ ، اَنْبِئَا ، اَنْبِئُوْا ، اَنْبِئِیْ ، اَنْبِئَا اور اَنْبِئْنَ " ہوگی۔ ان میں سے دو صیغے آیت ۳۱ میں (اَنْبِئُوْا) اور زیرِ مطالعہ آیت ۳۳ میں (اَنْبِئْ) آگئے ہیں۔ " اَنْبِئْهُم " کا لفظی ترجمہ " تو بتا دے ان کو " ہے۔ جسے بعض نے " تم بتلا دو انہیں " سے ترجمہ کیا ہے اور بعض نے ضمیر " هُم " کے لیے اس کا مرجع بطور اسم ظاہر لگا کر " فرشتوں کو " سے ترجمہ کیا ہے جو تفسیری ترجمہ ہے۔

[بِاَسْمَآئِهِمْ] یہ تین کلمات " بِ " + " اسماء " + " ھم " کا مرکب ہے۔ اس میں " باء (بِ) " تو فعل " اَنْبَأَ یُنْبِئُ " کا صلہ ہے جو اس کے مفعول ثانی سے پہلے عموماً لگتا ہے یعنی " اَنبَأَ .... (۱) .... بِ (۲) " کے معنی ہیں " (۱) کو (۲) کی خبر دی۔ [اس فعل کے استعمال پر ابھی اوپر البقرہ : ۳۱ یعنی ۲ : ۲۲ : ۱ (۵) میں بات ہو چکی ہے]۔ لفظ " اَسْمَاء " کا مادہ " س م و " اور وزن " اَفْعَالٌ " ہے۔ یہ " اسم " کی جمع ہے اور " اسم " (نام) کی لغوی بحث سورۃ الفاتحہ کے شروع میں " بسم اللہ " کے ضمن میں گزر چکی ہے یعنی ۱ : ۱ : ۱ (۱) میں۔ آخری " ھم " ضمیر مجرور بمعنی " اُن کے " ہے۔ اس طرح اس مرکب " بِاسمائِهِمْ " کا ترجمہ (پچھلے حصۂ آیت " اَنْبِئْهُمْ " = تو بتا دے / خبر دے ان کو " کے ساتھ ملا کر) ہو گا " ان کے نام / ان کے ناموں کی " جسے بعض نے " ان چیزوں کے نام " سے ترجمہ کیا ہے جو لفظ سے ذرا ہٹ کر ہے۔

[فَلَمَّا] یہ " ف " (بمعنی پس۔ اس کے بعد) اور " لَمَّا " (الحینیۃ بمعنی جب، جس وقت) کا مرکب ہے۔ " فاء " کا استعمال کئی دفعہ گزر چکا ہے اور اگر اب بھی ضرورت ہو تو البقرہ : ۲۲ یعنی ۲ : ۱۶ : ۱ (۱۰) دیکھ لیجئے۔ " لَمَّا " کے معنی و استعمال پر البقرہ : ۱۷ یعنی ۲ : ۱۳ : ۱ (۴) میں بات ہو چکی ہے۔

[اَنْبَاَهُمْ بِاَسْمَآئِهِمْ] اس میں " اَنْبَأَ " کا مادہ " ن ب أ " اور وزن " اَفْعَلَ " ہے۔ یعنی یہ بھی اس مادہ سے باب اِفعال کا فعل ماضی (صیغہ واحد مذکر غائب) ہے اور اس مادہ (ن ب أ) سے باب اِفعال کے معنی وغیرہ البقرہ : ۳۱ یعنی ۲ : ۲۲ : ۱ (۵) میں گزر چکے ہیں۔

" باسمائهم " بعینہٖ (یہی لفظ) اوپر گزرا ہے۔ اب فعل ماضی کے

ساتھ اس عبارت " انبأھم بِاسمائِھم " کا ترجمہ ہوگا : " اس نے بتا دیئے ان کو نام ان کے "۔ [اوپر آپ نے بصیغۂ امر " انبئھُم بِاَسمَائِھم " = تو بتا دے ان کو نام ان کے " پڑھا ہے] جس کی بامحاورہ سلیس صورت " اس نے انہیں ان کے نام بتائے " بنتی ہے ۔ بعض نے فاعل ضمیر کا ترجمہ " اس " کی بجائے احتراماً " انہوں نے " کیا ہے اور بعض نے " ھم " کی تکرار سے بچنے کے لیے پہلے " ھُم " کو ترجمہ میں نظر انداز کر دیا ہے ۔ یعنی " جب اس نے بتا دیئے ان کے نام " اور بعض نے ضمیر کی بجائے " آدم " اور " فرشتوں " استعمال کیا ہے ۔ یعنی " آدم نے فرشتوں کو بتائے " جو لفظ سے ہٹ کر ہے ۔

[قَالَ اَلَمۡ اَقُلۡ لَّکُمۡ] اس جملے کا بڑا حصہ ایک ہی فعل مجرد " قال یقول " (کہنا) کے مختلف (بلکہ صرف دو) صیغوں پر مشتمل ہے ۔

[قال] کے مادہ ، معنی اور صیغہ کی ساخت کا بیان کئی دفعہ ہو چکا ہے۔ (ابھی اسی آیت کے شروع میں ہی دیکھئے) ۔

[اَلَمۡ اَقُلۡ] کا ابتدائی " اَ " تو استفہامیہ (بمعنی کیا ؟) ہے اور " لَمۡ اَقُلۡ " اسی فعل مجرد " قال یقول " سے فعل مضارع (صیغہ واحد متکلم) منفی بِلَمۡ ہے ۔ اس کی اصلی شکل " لَمۡ اَقۡوُلۡ " تھی مگر اس " اَقۡوُلۡ " میں اجوف کے قاعدے کے تحت " واو کا ضمہ (ـُ) ماقبل حرف صحیح (ق) کو دے کر خود " واؤ " کو تلفظ سے ساقط کر دیتے ہیں ۔ اور یوں یہ لفظ لکھنے اور بولنے میں " لَمۡ اَقُلۡ " استعمال ہوتا ہے ۔

● آپ پڑھ چکے ہیں کہ " فعل مضارع منفی بِلَمۡ " میں ماضی منفی کے (مگر ذرا زیادہ زور کے) معنی پیدا ہو جاتے ہیں ۔ اس طرح " لَمۡ اَقُلۡ " کا ترجمہ تو بنتا ہے " میں نے کہا ہی نہیں " جسے بعض دفعہ صرف " میں نے نہیں کہا تھا " ہی کر لیتے ہیں ، اگرچہ اس طرح " لَمۡ " (جو نفی جحد کے لیے آتا

ہے) کا زور ظاہر نہیں ہوتا۔

[لَكُمْ] میں حرفِ جارّ "لام" (لِ) فعل "قال" کے صلہ کے طور پر آیا ہے (اس استعمال کی وضاحت کے لیے دیکھئے ۲:۷:۱(۴)) جس کا اردو ترجمہ عموماً "سے" (کہا) یا "کو" (کہا) سے کیا جاتا ہے۔ اور یہاں ضمیر مجرور "کم" کے ساتھ مل کر اس کا ترجمہ "تم سے"، "تم کو" (کہا) ہوگا۔ اس طرح اس جملے (أَلَمْ أَقُلْ لَكُمْ) کا لفظی ترجمہ بنتا ہے: "کیا نہیں کہا تھا میں نے تم کو / سے"۔

● بعض مترجمین نے "أَ" کا ترجمہ (کیا؟) چھوڑ کر ترجمہ کیا ہے یعنی "میں نے تم سے نہ کہا تھا؟" یا "میں نے نہ کہا تھا تم کو؟" اس عبارت (ترجمہ) کے بعد اگر سوالیہ نشان (؟) نہ لگا ہو تو یہ ترجمہ ایک طرح سے غلط پڑھا یا سمجھا جاسکتا ہے۔

بعض نے "میں تم سے کہتا نہ تھا" سے ترجمہ کیا ہے اس میں "کہا" کی بجائے "کہتا" لگانے سے أ (کیا) کے معنی شامل ہوگئے ہیں۔

بعض نے "کیا" کی بجائے "کیوں" سے ترجمہ کیا ہے جو لیسے موقع کے لحاظ سے بہت اچھا اردو محاورہ ہے یعنی "کیوں میں نے تم سے نہ/نہیں کہا تھا"۔

بعض نے صرف "میں نہ کہتا تھا" سے ترجمہ کیا ہے جو "أَلَمْ أَقُلْ" کی حد تک تو اچھا ترجمہ ہے مگر اس میں "لَكُمْ" کا ترجمہ چھوٹ گیا ہے۔ غالباً سب سے اچھا بامحاورہ اردو ترجمہ "میں نے تم سے کہا نہ تھا" کی صورت میں کیا گیا ہے۔ اس میں "کہا" کے بعد "نہ" لگانے سے "أَ" اور "لَمْ" کا ترجمہ بھی آگیا اور اس کے آخر پر سوالیہ نشان نہ ہونے سے بھی کوئی التباس واقع نہیں ہوسکتا۔

[إِنِّي أَعْلَمُ] "إِنَّ" اور اس کے اسم کے طور پر کسی ضمیر منصوب

کے آنے کی کئی مثالیں گزر چکی ہیں۔ یہاں بطور اسم "اِنَّ" ضمیر واحد متکلم "ی" آئی ہے اس طرح "اِنِّیْ" کا ترجمہ "بے شک میں" ہے۔ اسی "بے شک" کے لیے بعض مترجمین نے "تحقیق (میں)" اختیار کیا ہے جو بہت پرانی اردو ہے۔ بعض نے "بے شک" یا "یقیناً" وغیرہ کی بجائے کسی اور طریقے سے "اِنَّ" کا زور اور تاکید ظاہر کیا ہے (جیسا کہ ابھی سامنے آئے گا)۔

"اَعْلَمُ" کا مادہ "ع ل م" اور وزن "اَفْعَلُ" ہے۔ یہ اس مادہ سے فعل مجرد "علِم ..... یعلَم" (بمعنی "جاننا") ــ [اس کی مزید لغوی وضاحت کے لیے دیکھئے ۲ : ۱۰ : ۱ (۳)] ــ سے فعل مضارع (صیغہ واحد متکلم) ہے یعنی "میں جانتا ہوں"۔ اس طرح "اِنِّیْ اَعْلَمُ" کا لفظی ترجمہ ہوگا "بے شک میں جانتا ہوں"۔ بیشتر حضرات نے "اِنَّ" کا ترجمہ (بے شک) کو نظر انداز کر کے صرف "میں جانتا ہوں" کے ساتھ ترجمہ کیا ہے جو اصل سے ذرا ہٹ کر ہے۔ بعض حضرات نے "میں خوب جانتا ہوں" کی صورت میں "اِنَّ" والی تاکید بھی بذریعہ محاورہ ظاہر کر دی ہے۔ بعض مترجمین نے اردو محاورے کا خیال کرتے ہوئے اس کا ترجمہ "مجھ کو معلوم ہیں" یا مزید احتراماً "ہم کو معلوم ہیں" کیا ہے۔ اس میں "ہے" کی بجائے "ہیں" "اعلم" کے مفعول میں (جو آگے آرہا ہے) جمع کا مفہوم (باتیں۔ چیزیں وغیرہ) ہونے کی وجہ سے لایا گیا ہے؟

اس پر مزید بات حصہ "الاعراب" میں بھی ہوگی۔

[غَیْبَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ] اس مرکب (اضافی) کے تمام اجزاء کی الگ الگ لغوی بحث (مادہ، وزن، معنی اور استعمال وغیرہ) پہلے گزر چکی ہے اگر آپ اب بھی ضرورت محسوس کرتے ہیں تو دیکھئے :-

(۱) "غَیْبُ" کے لیے البقرہ : ۳ یعنی ۲ : ۲ : ۱ (۲)۔ یہاں اس لفظ کا

ترجمہ مختلف مترجمین نے "چھپی چیزیں"، "چھپی ہوئی چیزیں"، "پوشیدہ چیزیں یا باتیں"، "مخفی چیزیں"، "غیب کی باتیں" اور "پردے" کی صورت میں کیا ہے۔ آپ سمجھ سکتے ہیں کہ اس ترجمہ میں "چیزیں" اور "باتیں" تفسیری ترجمہ اور اردو محاورہ کی ضرورت ہیں۔ اور بعض تراجم (مثلاً پوشیدہ۔ مخفی) اصل لفظ (غیب) کی طرح مشکل بلکہ شاید زیادہ بھاری بھرکم ہیں۔

(۲) "السَّمٰوٰتِ" کے لیے البقرہ: ۲۹ یعنی ۲:۲۰:۱(۱۰)۔ اردو میں یہاں اس کا ایک ہی ترجمہ "آسمانوں" کیا جا سکتا ہے۔

(۳) "والاَرْضِ" کے "الارض" کے لیے البقرہ: ۱۱ یعنی ۲:۹:۱(۴)
اس کا بھی یہاں اردو ترجمہ ایک ہی ہو سکتا ہے یعنی "اور زمین"۔

اب آپ اس عبارت "غیب السموت والارض" کا کوئی بھی "اچھا سا" مکمل ترجمہ (منتخب) کر سکتے ہیں۔

[وَاَعْلَمُ] ابھی اوپر گزرا ہے (اِنِّیْٓ اَعْلَمُ میں) یعنی "اور/نیز میں جانتا ہوں"، "اور مجھ کو معلوم ہے"، "اور ہم کو معلوم ہے"۔

۲:۲۳:۱(۳) [مَا تُبْدُوْنَ] "مَا" یہاں موصولہ (بمعنی "جو کچھ کہ"، "جو کہ") ہے۔ اس کا اصل مفہوم تو عموم کا ہے یعنی "جو کچھ بھی کہ"۔ لیکن اگر عبارت سے معلوم ہوتا ہو کہ اس "مَا" سے مراد کوئی خاص ایسی چیز ہی ہے جو کہنے والے یا اس کے مخاطب کے ذہن میں ہے تو اس (مَا) کا ترجمہ "الذی" کی طرح صرف "جو کہ" یا "جو" سے کر لیا جاتا ہے اور یہاں بیشتر مترجمین نے اس کا یہی ترجمہ ("جو") کیا ہے۔ نیز دیکھئے ۲:۲:۱(۵)

[تُبْدُوْنَ] کا مادہ "ب د و" اور وزن اصلی "تُفْعِلُوْنَ" ہے۔ اس کی اصلی شکل "تُبْدِوُوْن" ہونی چاہیئے تھی مگر واوِ مضمومہ ماقبل مکسور کو "یاء" میں بدل دیتے ہیں۔ اس طرح یہ لفظ "تُبْدِیُوْنَ" بن سکتا ہے۔ اہل عرب اپنے نطق کے مطابق فعل ناقص (واوی / یائی) میں واو الجمع

(جو فعل کے چار صیغوں۔ ماضی جمع مذکر۔ مضارع مجزوم یا منصوب جمع مذکر غائب یا حاضر اور فعل امر جمع مذکر حاضر اور اسم کی جمع مذکر سالم ــــــ میں آتی ہے) سے پہلے آنے والی "د" یا "ی" کو گرا دیتے ہیں اور پھر اگر اس محذوف ہونے والی "د" یا "ی" سے پہلے والا حرف (یعنی عین کلمہ) مکسور ہو تو اس کی حرکت کسرہ (ـِ) کو ضمہ (ـُ) میں بدل کر بولتے ہیں (فتحہ ـَ یا ضمہ ـُ ہو تو وہ برقرار رہتے ہیں)۔ اس قاعدے ــــ یا اہلِ عرب کی عادتِ نطق ــــ کی بنا پر یہ صیغہ "تُبْدُوْن" ہو جاتا ہے اور اب اس کا وزن "تُفْعُوْن" رہ جاتا ہے۔

● اس ثلاثی مادہ (ب د و) سے فعل مجرد "بَدَا یَبْدُوْ بُدُوًّا" (باب نصر سے) آتا ہے۔ یہ فعل ہمیشہ لازم استعمال ہوتا ہے (یعنی مفعول کے بغیر) اور اس کے بنیادی معنی "ظاہر ہونا / ہو جانا" اور "بالکل آشکار (کھلم کھلا) ہونا" ہیں۔ اس سے اس کے ایک اور معنی "صحرا نشین (بدوی) ہونا" بھی پیدا ہوتے ہیں۔ (یعنی کھلی فضا میں رہنا) (اس صورت میں مصدر "بَدَاوَۃً" ہوتا ہے)۔ قرآن کریم میں اس مادہ سے فعل مجرد کے صرف ماضی کے مختلف صیغے ۹ جگہ اور اس مادہ سے مأخوذ یا مشتق اسماء چار جگہ آئے ہیں۔ اور زیادہ تر پہلے معنی (ظاہر ہونا) کے لیے ہی استعمال ہوتے ہیں۔ (صرف تین جگہ دوسرے معنی آئے ہیں)۔

● "تُبْدُوْنَ" اس مادہ (ب د و) سے باب افعال کا فعل مضارع معروف صیغہ جمع مذکر حاضر ہے۔ اس باب (افعال) سے فعل اَبْدٰی .... یُبْدِیْ اِبْدَاءً" (دراصل اَبْدَوَ یُبْدِوُ اِبْدَاوًا) کے معنی ہیں: "...... کو خوب اچھی طرح ظاہر کر دینا"، "...... کو خوب آشکار کر دینا"۔ یہ فعل ہمیشہ متعدی آتا ہے بنفسہٖ بھی اور "باء" کے صلہ کے ساتھ بھی مثلاً کہیں گے اَبْدَی الشَّیْئَ و بِالشَّیْءِ (اس نے چیز کو ظاہر کر دیا)۔

قرآن کریم میں باء کے صلہ والا استعمال صرف ایک دفعہ آیا ہے (القصص:۱۰) مجموعی طور پر اس باب سے مختلف اسماء اور افعال کے صیغے قرآن کریم میں کل ۱۷ جگہ آئے ہیں۔

● مندرجہ بالا لغوی وضاحت کی روشنی میں " ما تبدون" کا ترجمہ بنتا ہے " جو کچھ کہ تم ظاہر کرتے ہو" اور بیشتر مترجمین نے یہی ترجمہ کیا ہے، البتہ بعض نے صرف " جو" استعمال کیا ہے اور بعض نے " جس بات کو" کے ساتھ ترجمہ کیا ہے۔ بعض نے " تم ظاہر کرتے ہو" کی بجائے صرف " ظاہر کرتے ہو" سے ترجمہ کیا ہے کیونکہ " تُبْدُوْنَ " کی طرح " کرتے ہو" میں بھی " تم" موجود ہے۔ البتہ بعض نے اس کا ترجمہ " جو تم کھولتے ہو" سے کیا ہے، جو لفظ اور محاورہ دونوں لحاظ سے محل نظر ہے۔

۲:۲۲:۱(۴) [وَمَا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ] اس میں " وَمَا كُنْتُمْ " کے اجزاء الگ الگ آپ پڑھ چکے ہیں۔ اگر اب بھی ضرورت محسوس کریں تو " وَ " (عاطفہ بمعنی اور) اور دیگر استعمالات کے لیے دیکھئے ۱:۴:۱(۳) یعنی الفاتحہ : ۵ میں۔ " ما " (موصولہ بمعنی جو کچھ کہ) اور اس کے دیگر معنی واستعمال کے لیے دیکھئے البقرہ : ۳ یعنی ۲:۲:۱(۵) " کنتم " (تم ہو/تھے) کے مادہ، وزن، تعلیل اور معنی وغیرہ کے لیے دیکھئے البقرہ : ۲۳ یعنی ۲ : ۱۷ : ۱(۱)

[تَكْتُمُوْنَ] کا مادہ " ک ت م " اور وزن " تَفْعُلُوْنَ " ہے۔ اس ثلاثی مادہ سے فعل مجرد " کَتَمَ ...... یَکْتُمُ کِتْمَانًا " (باب نصر سے) استعمال ہوتا ہے۔ اور اس کے معنی ہیں: "...... کو چھپانا"، "...... کو پوشیدہ کرنا"، "...... کو دل میں رکھنا"۔ زیادہ تر یہ کسی " سِرّ " (بھید، راز) وغیرہ کے لیے استعمال ہوتا ہے تاہم اس کا مفعول کبھی " حق " (سچ)، شہادۃ (گواہی) وغیرہ بھی ہو سکتے ہیں۔ مثلاً کہیں گے " کَتَمَ السِّرَّ / الحَقَّ / الشَّهادةَ